تعلیقات رضا
مع تعلیقات رضا
پر ایک نظر
احمد رضا خان
حنفی بریلوی
شرح و تحقیق
علامہ محمد صدیق ہزاروی
نظر ثانی محمد رضا الحسن قادری
کرمانوالہ بک شاپ

حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار
معالم التنزیل (تفسیر البغوی)

پر حواشی

مع

تعلیقاتِ رضا پر ایک نظر

تعلیق نگار

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان حنفی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ محمد صدیق ہزاروی
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

نظرِ ثانی
محمد رضاء الحسن قادری

Ph: 042 7249 515

بفیضانِ کرم
حضرت سید السادات پیر محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
المعروف حضرت کرماں والے
آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف اوکاڑہ
شیمِ باغِ ولایت
حضرت سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
منظرِ بدرِ طریقت
حضرت سید محمد عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت پیر سید صمصام شاہ بخاری مدظلہ العالی
سید میر طیب علی شاہ بخاری
سجادہ نشین حضرت کرمانوالہ شریف
حاجی انعام اللہ طیبی نقشبندی برکاتی
زیر اہتمام
سمیع اللہ برکت
سیف اللہ برکت
جملہ حقوق محفوظ ہیں
قیمت 180 روپے
اشاعت دسمبر 2007ء

آیتِ مذکورہ بالا کے تحت علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر سوال کیا جائے کہ جب آیت کے شروع میں توبہ کا ذکر ہے تو دوبارہ توبہ کا بیان کیوں لایا گیا؟ جواب میں کہا جائے گا کہ وہ گناہ کے ذکر سے پہلے کی بات ہے اور وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔اب جب گناہ کا ذکر کیا تو دوبارہ توبہ کا بیان ہوا اور اس سے مراد قبولیت ہے۔علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرتِ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بھی نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ جس کی توبہ قبول فرمائے،اسے کبھی بھی عذاب نہیں دے گا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہ قبولیت بھی محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر موقوف ہے اور اس پر کوئی چیز واجب نہیں۔

9- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

مشرکین کے ذکر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا۔[۲]

''ان میں سے اکثر گمان کی پیروی کرتے ہیں''۔

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اکثر سے مراد تمام مشرکین ہیں یعنی وہ سب کے سب دولتِ یقین سے عاری ہیں اور ان کے عقائد محض ظن وتخمین پر مبنی ہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

بلاشبہ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو ظن ووہم اور ادنیٰ شبہ کے پیچھے بھی نہیں چلتے بلکہ وہ حق کو یقیناً پہچانتے ہیں اور محض تکبر وعناد کی بنا پر اپنے نفس کے پیروکار بنے ہوئے ہیں (لہٰذا اکثر سے کل مراد لینا صحیح نہ ہوا)۔

10- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

سیدنا حضرتِ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ کے ضمن میں ارشادِ خداوندی ہے:

۲- یونس:۳۶

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَ هَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰی بُرْهَانَ رَبِّهٖ۔[1]

''اور بیشک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی اس کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا''۔[2]

هَمَّ بِهٖ سے کیا مراد ہے؟ کیا حضرتِ یوسف علیہ السلام نے بھی ارادۂ گناہ فرمایا؟ اس بارے میں علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے بحث فرماتے ہوئے قِیْلَ کے ساتھ ایک قول نقل فرمایا: حضرتِ زلیخا نے ارادہ کیا کہ حضرتِ یوسف علیہ السلام اس سے ہم بستر ہوں اور حضرتِ یوسف علیہ السلام نے اپنے لئے حضرتِ زلیخا کے زوجہ ہونے کی تمنا کی۔

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ یہ قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ اور اس قسم کے دوسرے اقوال ناپسندیدہ ہیں کیونکہ یہ ان علماءِ سلف کے اقوال کے مخالف ہیں جو دین اور علم کے مراکز اور منابع تھے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اس مسئلہ کے بارے میں حضرتِ علامہ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفِ لطیف ''شفاء شریف'' میں کافی وشافی بیان ہے لہٰذا اس کا مطالعہ ازبس لازمی ہے۔

فائدہ: علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و اما قول اللّٰہ تعالٰی فیہ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰی بُرْهَانَ رَبِّهٖ فعلٰی مذہب کثیر من الفقهاء و المحدثین ان هم النفس لا یؤاخذ بہ و لیست سیئۃ لقولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن ربہ اذا هم عبدی لسیئۃ فلم یعملها کتبت بہ حسنۃ فلا معصیۃ فی همہ اذا و اما علٰی مذہب المحققین من الفقهاء و المتکلمین فان الهم اذا وطنت علیہ النفس سیئۃ و اما ما لم توطن علیہ النفس من همومها و خواطرها فهو المعفو عنہ و هٰذا هو الحق فیکون ان شاء اللّٰہ هم

۱۔ یوسف:۲۴

۲۔ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن

يوسف من هٰذا و يكون قوله وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِيْ الأية اى ما ابرئها من هٰذا الهم او يكون ذٰلك منه على طريق التواضع و الاعتراف بمخالفة النفس لما زكى قبل و برئ فكيف و قد حكى ابو حاتم عن ابى عبيدة ان يوسف لم يهم و ان الكلام فيه تقديم و تاخير اى وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَ لَوْلَا اَنْ رَّاٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ لهم بها و قد قال الله تبارك و تعالٰى عن المراة وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ و قال تعالٰى كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ و قال تعالٰى وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ الاية قيل فى ربى الله و قيل الملك و قيل هم بها اى بزجرها و وعظها و قيل هم بها اى غمها امتناعه عنها و قيل هم بها نظر اليها و قيل هم بضربها و دفعها و قيل هٰذا كله كان قبل نبوته۔

"اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَ هَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّاٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ کے بارے میں کئی فقہاء و محدثین کا مذہب یہ ہے کہ ارادۂ نفس پر مواخذہ نہیں اور نہ یہ گناہ ہے کیونکہ حدیثِ قدسی میں ہے کہ جب بندہ گناہ کا ارادہ کرے لیکن اس کو عملی جامہ نہ پہنائے تو اس کیلئے نیکی لکھی جاتی ہے لہٰذا ارادہ کرنے میں گناہ نہیں۔ محققین، فقہاء اور متکلمین کے مسلک کے مطابق ارادہ کے ساتھ جب نفس کی آمادگی ہو تو گناہ ہے لیکن آمادگی اور تعلقِ خاطر کے بغیر معاف ہے۔ یہی حق ہے اور یوسف علیہ السلام کا ارادہ بھی اسی نوعیت کا تھا اور آپ کا قول وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِيْ یا تو ارادہ سے عدمِ براءت ہے یا تواضع اور یا نفس نے سابقہ پاکیزگی اور براءت کی جو مخالفت کی، اس کا اعتراف ہے۔ یوسف علیہ السلام کے بارے میں گناہ کا تصور کس طرح کیا جا سکتا ہے جبکہ ابو حاتم نے ابو عبیدہ سے روایت کی کہ یوسف علیہ السلام نے ارادہ نہیں فرمایا اور کلام (آیت) میں تقدیم و تاخیر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اپنے رب کی

برہان نہ دیکھتے تو ارادہ فرماتے، نیز قرآنِ پاک کی آیات میں حضرتِ زلیخا کا قول (مذکور) ہے کہ میں نے ان کا دل لبھانا چاہا لیکن انہوں نے اپنے آپ کو بچالیا، نیز فرمایا: اسی طرح ہوتا کہ ہم ان سے برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حضرتِ زلیخا نے دروازے بند کر دیے اور کہا آؤ! تمہیں سے کہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی پناہ! بیشک میرے رب نے مجھے اچھا ٹھکانا نہ دیا۔ کہا گیا ہے کہ رب سے مراد یا اللہ تعالیٰ ہے یا بادشاہ (پرورش کنندہ ہونے کی وجہ سے) بعض نے کہا: هَمَّ بِهَا کا مطلب ہے: "اس کو جھڑکا اور نصیحت فرمائی"۔ ایک قول کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو اس سے روک کر اس کو مغموم کر دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کی طرف نظر کی، علاوہ اس کے اس کو مارنا اور دور کرنا بھی مراد لیا گیا ہے، بایں ہمہ یہ سب کچھ نبوت (کے حصول) سے پہلے ہے"۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ۲/۱۴۴و۱۴۵)

11-بغوی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض لوگوں کا قول نقل کیا کہ جو کچھ حضرتِ یوسف علیہ السلام سے سرزد ہوا، گناہ صغیرہ ہے اور انبیاءِ کرام علیہم السلام سے صغائر کا صدور جائز ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہ بات (یعنی گناہ صغیرہ کی انبیاءِ کرام کی طرف نسبت) اسی وقت صحیح ہے جب کہ محض صغیرہ کا قرب مراد ہو، ارتکاب نہیں۔

فائدہ: انبیائے کرام علیہم السلام سے گناہ صغیرہ کے سرزد ہونے کے بارے میں جو لوگ جواز کے قائل ہیں، ان کی تردید میں قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فصل فی الرد علی من اجاز علیھم الصغائر کے تحت لکھتے ہیں:

اعلم ان المجوزین للصغائر علی الانبیاء من الفقھاء و المحدثین و

من شايعهم على ذٰلك من المتكلمين احتجوا على ذٰلك بظواهر كثيرة من القراٰن و الحديث ان التزموا ظواهرها افضت بهم الى تجويز الكبائر و خرق الاجماع و ما لا يقول به مسلم فكيف و كل ما احتجوا به مما اختلف المفسرون في معناه و تقابلت الاحتمالات في مقتضاه و جاء ت اقاويل فيها للسلف بخلاف ما التزموه من ذٰلك فاذا لم يكن مذهبهم اجماعا و كان الخلاف فيما احتجوبه قديما وقامت الدلالة على خطا قولهم و صحة غيره وجب تركه و المصير الى ماصح الخ۔

''جن فقہاء ومحدثین نے انبیاءِ کرام علیہم السلام سے گناہِ صغیرہ جائز قرار دیا ہے اور جن متکلمین نے ان کی آواز پر لبیک کہی، انہوں نے قرآنِ پاک کی کئی آیات اور بہت سی احادیث کے ظاہر کو دلیل بنایا، لیکن ظاہر کو دلیل بنانے سے کبائر کا جواز اور اجماع کا خلاف لازم آتا ہے اور اس (کبائر) کا کوئی مسلمان بھی قائل نہیں، مزید برآں صغائر کے جواز کا قول کس طرح کیا جا سکتا ہے کیونکہ جن آیات کو دلیل بنایا گیا ہے، ان کے معانی میں مفسرین کا اختلاف ہے اور اس کے مقتضی میں کئی احتمالات باہم مقابل ہیں، نیز اسلاف کے اقوال بھی ان دلائل کے خلاف ہیں، پس ان (مجوزین) کا مذہب اجماع بھی نہیں اور ان آیاتِ مُستدلّہ کے معانی میں زمانۂ قدیم سے اختلاف بھی چلا آرہا ہے، نیز ان کی بات کے غلط ہونے اور اس کے غیر کی صحت پر دلیل قائم ہے تو اس کا ترک اور صحیح قول کی طرف رجوع واجب ہے''۔

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ۲/۱۵۵و۱۵۶)

12- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

آیتِ کریمہ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَ هَمَّ بِهَا کے تحت امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے صیغۂ مجہول (رُوِیَ) کے ساتھ ایک روایت نقل فرمائی کہ جب حضرتِ یوسف علیہ السلام قید خانے سے باہر

تشریف لا کر بادشاہ کے پاس پہنچے اور زلیخا نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا تو حضرتِ یوسف علیہ السلام نے فرمایا: یہ بات (یعنی قید خانہ سے باہر آنے کیلئے یہ استفسار کیا کہ اب ان عورتوں کا کیا خیال ہے؟) اس لئے کہی تا کہ بادشاہ کو پتہ چل جائے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں ارتکابِ خیانت نہیں کیا۔ اس بات پر حضرتِ جبریلِ امین علیہ السلام نے عرض کیا: اے یوسف! کیا اس وقت بھی نہیں جب آپ نے قصد فرمایا؟ آپ نے فرمایا: میں اپنے نفس کو بے عیب نہیں بتاتا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

یہ اصل قول کے مطابق ہے کہ حضرتِ یوسف علیہ السلام نے حضرتِ زلیخا کا قصد فرمایا حالانکہ صحیح بات اس کے خلاف ہے (یعنی آپ نے قصد نہیں فرمایا تھا) اور شفاء شریف میں اس مسئلہ کی تحقیق ملاحظہ کی جائے۔[1]

13- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

امامِ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرتِ یوسف علیہ السلام کے واقعہ کے ضمن میں حضرتِ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے گناہوں کا ذکر عار دلانے کیلئے نہیں بلکہ اپنے انعامات کے اظہار کیلئے فرمایا نیز یہ بتانے کیلئے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

ذنوبِ انبیاء سے مراد صورتِ گناہ ہے ورنہ حقیقۃً گناہ سے انبیاءِ کرام علیہم السلام نہایت دور اور منزہ و مبرا ہیں۔[2]

۱- یہ بحث اسی کتاب کے گزشتہ صفحات پر گزر چکی ہے لہٰذا اسے وہاں پر دیکھا جائے۔ ۱۲ ہزاروی

۲- "حسنات الابرار سیآت المقربین" کے تحت انبیاءِ کرام علیہم السلام سے معمولی سی لغزش کو گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے ورنہ ان سے گناہ کا تصور بھی ممکن نہیں۔ ۱۲ ہزاروی

14- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَ هَمَّ بِهَا کے تحت علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض محققین کا قول نقل فرمایا کہ ارادہ کی دو قسمیں ہیں:

۱- ارادۂ ثابتہ یعنی جس میں عزم، رضا وغیرہ پائے جائیں اور اس پر مواخذہ ہے۔

۲- اختیار وعزم کے بغیر محض نفس کی خواہش اور اس پر مواخذہ نہیں جب تک کہ عمل نہ ہو یا زبان پر نہ آئے۔

اسی ضمن میں علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل فرمائی جو حضرتِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قال اللّٰہ عزّوجلّ اذا تحدّث عبدی بان یعمل حسنۃ فانا اکتبھا لہ حسنۃ مالم یعملھا فاذا عملھا فانا اکتبھا لہ بعشر امثالھا واذا تحدّث بان یعمل سیّئۃ فانا اغفرھا لہ مالم یعملھا فاذا عملھا فانا اکتبھا لہ بمثلھا سیّئۃ۔

''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میرا بندہ نیکی کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اگر عمل نہ کرے، ایک نیکی کا ثواب لکھتا ہوں اور اگر اسے عملی جامہ پہنائے تو دس نیکیوں کا ثواب اور اگر برائی کا ارادہ کرے تو جب تک عمل نہ کرے، معاف ہے۔ عمل کی صورت میں اسی کی مثل گناہ لکھا جاتا ہے (یعنی ایک گناہ)''۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

وَ هَمَّ بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ الایۃ میں یوسف علیہ السلام کے ارادے کے بارے میں منقول جملہ اقوال میں سے یہ قول نہایت عمدہ ہے۔

15- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

فَاَنْسٰهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ الایۃ کی تفسیر میں امامِ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے فَاَنْسٰهُ کی ضمیر منصوب متصل غائب کے مرجع کے بارے میں دو قول نقل کئے: ایک صیغۂ مجہول ''قیل''

کے ساتھ کہ اس سے مراد ساقی ہے جس کو شیطان نے بادشاہ کے سامنے یوسف علیہ السلام کا ذکر کرنے سے باز رکھا اور ایک قول حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ شیطان نے حضرتِ یوسف علیہ السلام سے ان کے رب کا ذکر بھلا دیا حتیٰ کہ آپ اس کے غیر سے خوشی کے طالب ہوئے اور یہی اکثر کا قول ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس قول کو ارشادِ خداوندی سے متصادم قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صلحاء کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد موجود ہے:

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ۔[1]

"اے شیطان! میرے (خاص) بندوں پر تو مسلط نہیں ہو سکتا"۔

تو اگر انبیاءِ کرام علیہم السلام پر شیطان کا تسلّط تسلیم کیا جائے کہ انہیں اس نے اپنے رب اور مالک کے ذکر سے غافل کر دیا تو پھر عام نیکوکار لوگ کس زُمرے میں شمار ہوں گے؟ اس تاویل کے مطابق ان اکثر (جن کا قول ذکر کیا گیا ہے) پر شیطان کے تسلط سے حضرتِ یوسف علیہ السلام پر اس کا تسلط زیادہ آسان ہے۔ولا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔[2]

16- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

جب حضرتِ یوسف علیہ السلام نے اپنے سگے بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھنا چاہا تو اس کیلئے ایک حیلہ کیا گیا کہ غلہ ناپنے والا پیمانہ ان کے غلہ میں رکھ دیا گیا، پھر آواز دی گئی اے قافلہ والو! ٹھہر جاؤ، تم نے چوری کی ہے، قرآنِ پاک میں اِنَّکُمْ لَسَارِقُوْنَ کے الفاظ آئے ہیں۔ چونکہ یہ قول صحیح نہیں تھا کیونکہ انہوں نے چوری نہیں کی تھی۔ اس لئے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان الفاظ کا قائل کون تھا؟

۱- حجر: ۴۲

۲- اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے آخری حصے کا مطلب یہ ہے کہ حضرتِ یوسف علیہ السلام پر شیطان کے تسلط کے قائل دراصل خود شیطان کے دھوکے میں آئے اور ان کے بارے میں شیطان کے تسلط کا قول زیادہ آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ حضرتِ یوسف علیہ السلام کے بارے میں یہ قول کیا جائے۔ ۱۲ ہزاروی

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض کے نزدیک یہ بات حضرتِ یوسف علیہ السلام کے کارندوں نے آپ کے حکم کے بغیر کہی اور بعض کا قول یہ ہے کہ خود حضرتِ یوسف علیہ السلام نے فرمایا اور یہ آپ کی لغزش تھی (معاذ اللہ)۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اس قول کا قائل جھوٹا ہے کیونکہ اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف جھوٹ کی نسبت کی، پھر امامِ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے بلاتردید یہ قول نقل کیا حالانکہ اِس قسم کا قول محض رد کیلئے نقل کرنا چاہئے، انبیاءِ کرام علیہم السلام پر ایسی جرات تعجب خیز ہے۔

17- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرتِ یوسف علیہ السلام کے بھائی جب غلہ کے حصول کیلئے آپ کے ہاں حاضر ہوئے تو انہوں نے عرض کیا: ہمیں پورا غلہ عطا فرمائیں اور مزید کچھ بطورِ صدقہ (عطیہ) دیں۔ قرآنِ پاک میں یوں ہے: وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا الخ۔

امامِ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں ایک واقعہ نقل فرمایا جس کے مطابق حضرتِ حسن رضی اللہ عنہ نے کسی شخص کو یہ کہتے سُنا کہ اَللّٰھُمَّ تَصَدَّقْ عَلَیَّ تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ صدقہ نہیں دیتا کیونکہ صدقہ دینے والے کی نیت طلبِ ثواب ہوتی ہے جبکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرتِ حسن رضی اللہ عنہ کی بات سے اختلاف کرتے ہوئے اپنے موقف پر حدیثِ پاک سے دلیل پیش کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

''نماز میں قصر اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ ہے، اسے قبول کرو''۔[1]

۱- صحیح مسلم شریف: کتاب الصلوٰۃ ۱/۲۴۱ پر بھی اس طرح کی ایک حدیث موجود ہے۔۱۲ ہزاروی

18- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

آیۂ کریمہ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کی تفسیر میں اِمام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کیا وہ عقل نہیں رکھتے پس ایمان لاتے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

اِمام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چونکہ یعقلون یا کے ساتھ ہے اس لئے فیؤمنون فرمایا گیا، لیکن ہمارے نزدیک افلا تعقلون تا کے ساتھ قراءت ہے لہٰذا فتؤمنون ہوگا۔[1]

19- بغوی رحمۃ اللہ علیہ

آیتِ کریمہ حَتّٰى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا کی تفسیر میں رسلِ کرام کی مایوسی کے بارے میں علّامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے چند قول نقل فرمائے۔ بعض نے کہا کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام ایمان لانے کے بارے میں اپنی قوم سے مایوس ہو گئے، بعض کے نزدیک انبیاءِ کرام علیہم السلام اس بات سے مایوس ہوئے کہ ان کی قوم سے جھٹلانے والے کبھی تصدیق نہیں کریں گے اور جو ایمان لائے، وہ بھی جھوٹے ہیں اور شدتِ محنت اور تاخیرِ مدد کی وجہ سے وہ مرتد ہو گئے۔ کسی نے کہا کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام قوم کے ایمان سے مایوس ہوئے اور قوم نے یہ خیال کیا کہ رسولوں نے ان سے (معاذ اللہ) جھوٹ کہا ہے۔

ایک قول حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام سے اللہ تعالیٰ نے مدد کا جو وعدہ کیا، وہ پورا نہیں کیا گیا اس لئے ان کے دل کمزور ہو گئے اور وہ مایوس ہو گئے اور یہ تقاضائے بشریت ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو غلط قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرتِ

۱- پیشِ نظر نسخہ میں افلا تعقلون ہے، غالبًا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نسخہ میں یعقلون اور فیؤمنون ہوگا، اس لئے آپ نے یہ قول ارشاد فرمایا۔ ۱۲ ہزاروی